وقفہ اولاد، علما کی آراء اور طب

Birth control, Ulama views and modern medical

محمد وقاص[1] ڈاکٹر محمد انیس خان[2]

Abstract

Population is one of the most important issue in today's life. To obtain advantages in the future, each country of the world organizes their policies according to their population. But some populated countries like Pakistan still face that problem because population of Pakistan is growing faster, and we have less sources.

Some Ulama says that family planning is totally anti-Islamic policy because Quran (Al-Nahal) is totally against of that policy. But some Islamic scholars says that there is a little way, which show some doorway for the settlement of that issue. This research paper will show the idea of those scholars whose are in favor or anti about that issue.

Keywords :*Birth control, Islamic scholar views.*

وقفہ اولاد کا معنی ومفہوم

وقفہ اولاد کے حقیقی اور بنیادی معنی یہ ہیں کہ جب ایک مرد اور عورت شادی کرتے ہیں اور ایک خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں تو اب اسی خاندان کے متعلق سوچ وفکر کرنا اور پھر اسی سوچ کی بنیاد پر عملی قدم اٹھانا یہی وقفہ اولاد کا معنی ومفہوم ہے۔اور وقفہ اولاد کے مفہوم میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ پہلے بچے کی پیدائش کیلئے کتنا وقفہ کیا جائے اور دوسرے بچے کے لیے کب سے تمہید باندھی جائے، پھر یہ سوچنا کہ بچوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی صحت مند نشوونما کے لیے کون سی تدابیر اختیار کی جائیں دراصل وقفہ اولاد میں صرف بچوں کی تعداد کا نہیں بلکہ ان کی زندگی کے ہر ایک پہلو پر سوچنا بھی شامل ہے یہاں تک کہ اگر کسی کی اولاد نہیں تو اس کے لیے علاج ومعالجہ کرانا بھی اسی مفہوم میں داخل ہے وقفہ اولاد کے متعلق جو ایک عمومی سوچ ہے کہ اس کا تعلق صرف بچوں کی تعداد سے ہے یہ درست نہیں بلکہ اس کی پیدائش سے نشونما کے تمام پہلو اس میں شامل ہیں۔

عصر حاضر میں وقفہ اولاد کو دو مزید اصطلاحوں سے جانا جاتا ہے۔

(۱) (Planned Parenthood)اس اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرد اور عورت جب والد اور والدہ بنیں تو ایک پلان اور منصوبہ بندی کے تحت بنیں۔

(۲) (Reproductive Health)اس اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک عورت ماں بن رہی ہو تو اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی حفاظت، اسکی پیدائش کے بعد اس کی بہتر نشو نما اور پھر اس کے بعد عورت کو اگلے بچے کی پیدائش کے لیے ذہنی، جسمانی، طبّی اور نفسیاتی طور پر تیار

---

[۱] پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

[۲] اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ.

ہونا چاہیے گویا کہ ایک خاندان کی تشکیل اور تعمیر نو کے لیے صرف ایک پہلو کے متعلق نہیں سوچنا بلکہ ہر ہر پہلو کے متعلق انتہائی دانشمندی کے ساتھ فیصلہ کرنا اور اس فیصلے میں طبّی، جسمانی، سائنسی، معاشرتی اور نفسیاتی پہلوؤں کا خیال رکھنا یہ بھی وقفہ اولاد کے مفہوم میں شامل ہے۔[1]

وقفہ اولاد کا پس منظر

وقفہ اولاد کا پس منظر اور مقصد یہ ہے کہ نسل کی بڑھوتری اور افزائش کو روکنا اور اس کا تصور آج کے دور کی پیداوار نہیں بلکہ عہد قدیم میں بھی اس کا تصور موجود تھا لیکن اس دور میں اس کا مفہوم زیادہ منظم طریقے سے موجود نہیں تھا بلکہ اس دور میں نسل انسانی کی روک تھام کے لیے قدیم طریقے اختیار کیے جاتے تھے مثلاً عزل، اسقاط حمل، قتل اولاد اور ضبط نفس جیسے طریقوں کا رواج تھا لیکن آج کل کے دور میں نسل کی افزائش کی روک تھام کے لیے جدید طریقے اختیار کیے جاتے ہیں مثلاً دواوں اور آلات وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی سب سے زیادہ شرح یورپ اور امریکہ میں ہے۔[2]

تحریک کی ابتداء

وقفہ اولاد کی تحریک کی ابتداء یورپ میں اٹھارویں صدی کے آخر میں شروع ہوئی اور اس تحریک کو متعارف کرانے والا شخص انگلستان کا معروف ماہر معاشیات Malthus تھا اس کے دور میں انگریز قوم اپنی محنت اور خوشحالی کی وجہ سے بہت تیزی سے بڑھنے لگی اور انگلستان کی آبادی کی شرح دوگنی ہونے لگی Malthus نے حساب لگایا کہ اگر آبادی کی شرح اسی رفتار سے آگے بڑھنے لگی تو یہ زمین ان کیلئے ناکافی ہو جائے گی اور یہ قوم اپنے معاش اور وسائل پر مکمل کنٹرول نہیں رکھ پائے گی لہذا نسل انسانی کی خوشحالی کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ آبادی میں اضافے کو روکا جائے اور Malthus نے آبادی کی روک تھام کے لیے انگریز قوم کو برہم چرچ کے قدیم طریقے پر چلنے کا مشورہ دیا کہ یا تو مرد اور عورت بڑی عمر میں شادی کریں یا تو اپنے ازدواجی تعلقات میں قربت کو کم کریں یہ خیالات اور افکار اس نے پہلی دفعہ اپنے ایک رسالہ میں شائع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیے اور اس کے بعد ۱۸۳۳ء میں ڈاکٹر چارلس نولٹن نے انسانی نسل کی روک تھام کے لیے اخلاقی ذرائع کو چھوڑ کر دواوں اور آلات کے ذریعے نسل کی افزائش کو روکنے کی تجویز پیش کی اور اس میں اس نے جدید اور سائنسی طریقوں کو متعارف کروایا اور اس کے فوائد بیان کیے۔[3]

ابتداء میں تحریک کی ناکامی کے اسباب

جب اس تحریک کی ابتداء ہوئی تو انگریز قوم اور اہل مغرب نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی کیوں کہ ان کے ہاں اس تحریک کا مقصد اور نظریہ بالکل غلط تھا مالتھوس نے یہ تو بتا دیا تھا کہ آبادی میں کس قدر تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے لیکن اس کے پاس یہ بات بتانے کے لیے کوئی دلیل اور ذریعہ نہیں تھا کہ بڑھتی ہوئی آبادی میں معاشی وسائل کیسے بڑھتے ہیں اور اس کے لیے کیا طریقے اختیار کیے جاتے ہیں کیونکہ قدرت نے تو زمین میں بے شمار خزانے پوشیدہ رکھے ہیں جو انسان کی عقل اور عملی قوت سے کارآمد بنائے جا سکتے ہیں، 1779ء میں انگریزوں کی آبادی کی شرح 12 ملین تھی اور یہی آبادی 1890ء میں بڑھتی ہوئی 32 ملین کو جا پہنچی چناںچہ اس تحریک کو شروعات میں کامیابیاں نہ مل سکی۔[4]

جدید تحریک کا آغاز

اس تحریک کی ناکامی کے بعد انیسویں صدی کے آخر میں "نومالتھی تحریک" کے نام سے ایک تحریک وجود میں آئی اور 1877ء میں ایک شوری اور کمیٹی بنائی گئی جس کے صدر ڈاکٹر ڈریسڈل منتخب ہوئے اس تحریک نے وقفہ اولاد اور ضبط ولادت کی حمایت اور تائید میں نشر واشاعت کا آغاز کیا اس تحریک کے کچھ ہی عرصہ بعد اس موضوع پر "قانون آبادی" کے نام سے ایک کتاب بھی شائع ہوئی، 1881ء میں اس تحریک کا اثر ورسوخ بیلجیم، فرانس، ہالینڈ اور جرمنی میں بھی ہونے لگا اور اس کے بعد یہ تحریک مکمل طور پر یورپ اور امریکہ میں پھیل گئی باقاعدہ کانفرنسز ہوئیں جن کے ذریعے تقریری اور تحریری طور پر لوگوں کو وقفہ اولاد کے فوائد اور طریقوں سے باخبر کیا گیا اور اس نظریہ کو اخلاقی اور معاشی لحاظ سے جائز اور مستحسن قرار دیا گیا اور اس کے لیے مختلف ادویات متعارف کرائی گئی اور جدید آلات تیار کیے گئے صرف یہی نہیں بلکہ مختلف مقامات پر وقفہ اولاد کیلئے میڈیکل وارڈ قائم کیے گئے اور آج بھی یہ تحریک بڑی کامیابی سے آگے بڑھ رہی ہے۔[5]

برصغیر پاک وہند میں وقفہ اولاد کا آغاز

برصغیر پاک وہند میں تقریبا پچھلی پون صدی سے یہ تحریک اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کوشاں ہے اور اس کی تشہیر کے لیے نشر واشاعت کے علاوہ کئی کانفرنسز کا بھی اہتمام کیا گیا تاکہ لوگوں کو اس کی طرف راغب کیا جائے اور اس کے فوائد سے آگاہ کیا جائے 1931ء کی جب مردم شماری ہوئی تو اس وقت کے کمشنر ڈاکٹر ہٹن نے یہ پیغام جاری کیا کہ ہند وپاک کی بڑھتی ہوئی آبادی معاشی وسائل پر نقصان مرتب کرے گی چنانچہ اس کے سدِّ باب کے لیے انہوں نے وقفہ اولاد اور ضبط ولادت پر کافی زور دیا اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد ہند وپاک الگ الگ ملک بن گئے اور دونوں ممالک میں اس پالیسی کو قومی پالیسی کی حیثیت سے نافذ کیا گیا۔[6]

پاکستان میں وقفہ اولاد کا آغاز

برصغیر پاک وہند میں پہلے سے ہی اس تحریک کا باقاعدہ آغاز ہو چکا تھا لہذا پاکستان بننے کے بعد چونکہ یہ تحریک پہلے سے موجود تھی لیکن اس کو سرکاری طور پر قبول نہیں کیا گیا تھا بعد میں اس تحریک کو سرکاری حیثیت سے بھی قابل قبول مانا گیا، 1935ء میں یہ تحریک غیر سرکاری طور پر اپنے فرائض سرانجام دیتی رہی لیکن 1965ء میں سرکاری طور پر اس کا اجراء کیا گیا لیکن پاکستان میں اس تحریک کے وہ نتائج سامنے نہیں آئے جو اس تحریک کے مقاصد اور پالیسی میں شامل تھے۔[7]

وقفہ اولاد کے مقاصد

اولاد جیسی نعمت کا حصول انسان کا فطری جذبہ ہے ہر انسان کے دل میں اولاد کی خواہش ہوتی ہے ہر انسان یہی سوچتا ہے کہ اس کی موت کے بعد بھی لوگ اسے اچھے طریقے سے یاد کریں اور اس کا نام باقی رہے اب اس کے نام کی بقاء یا تو اس کے اپنے کارناموں اور محنت کی وجہ سے ہو گی جو کہ بہت کم ہوتا ہے عموماً ہر انسان کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ میرے بعد میری اولاد میرے نام کو زندہ رکھے گی لیکن اس خواہش کی تکمیل بھی اکثر ادھوری ہی رہ جاتی ہے کیونکہ اکثر والدین اولاد کی کثرت کی وجہ سے ان کی صحیح تربیت اور نشو نما کا حق ادا نہیں کر پاتے جس کی وجہ سے پھر اولاد اپنے والدین کی یہ خواہش سرانجام نہیں دے سکتی اس سلسلے میں وقفہ اولاد کا تصور نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔

وقفہ اولاد کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایک خاندان میں بچوں کی تعداد اتنی محدود ہو کہ وہ خاندان اپنے بچوں کی تربیت اور پرورش اپنے وسائل

کے مطابق بخوبی سرانجام دے سکے اور ان کی ذمہ داریوں کو پورے پورے طور پر ادا کرسکے اور انہیں اپنی قوم وملت کے لیے ایک مثال بنا سکے۔[8]
اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اگر کسی خاندان کے پاس وسائل کی کثرت ہو تو اس کے لیے بھی وقفہ اولاد ضروری ہے لیکن وہ خاندان جن کے پاس وسائل کی کمی ہے انہیں چاہیے کہ وہ تھوڑی اولاد پر ہی قناعت کریں کیونکہ وقفہ اولاد کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ خاندان کی کثرت اور قلت کو اس کے وسائل تک محدود رکھنا چاہیے۔[9]

وقفہ اولاد کا یہ مقصد ہر گز نہیں ہے کہ ہر انسان اس طریقے کو اختیار کرنے کا پابند ہے بلکہ وقفہ اولاد کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو وقت اور حالات کے تقاضوں کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں مطلب یہ کہ اگر آج یہ طریقہ مفید ہے تو اسے اختیار کر لیا جائے اور کل یہ طریقہ نقصان دہ ہے تو اسے چھوڑ دیا جائے، وقفہ اولاد کی ضرورت اور اہمیت ان حالات میں نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہے جب معاشی وسائل کی کمی ہو اور آبادی میں زیادتی ہو لیکن اگر حالات ایسے پیدا ہو جائیں جس میں معاشی وسائل کی فراوانی ہو اور آبادی کے مطابق ہوں تو پھر ایسی صورت میں وقفہ اولاد کے قانون پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ ماہرین کا کہنا تو یہ ہے کہ اگر معیشت کے ذرائع کثیر ہو جائیں تو آبادی میں اضافے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے تاکہ توازن برقرار رہے۔[10]

وقفہ اولاد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہماری محنت کے نتیجہ میں جو آمدن اور پیداوار ہو اسی کے مطابق آبادی میں بھی اضافہ ہو دوسرا یہ کہ قومی سطح پر اپنی صحت کے معیار کو اونچا اور بلند رکھنے کے لیے بچوں کے درمیان مناسب وقفہ اختیار کرنا چاہیے۔[11]

پروفیسر ڈاکٹر رفیع اللہ شہاب وقفہ اولاد کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وقفہ اولاد کا مقصد یہ ہے کہ خاندان میں اولاد کی تعداد اتنی محدود ہو کہ وہ خاندان اپنے وسائل کے ساتھ نہایت خوش اسلوبی سے اپنے بچوں کی بہترین تربیت اور پرورش کرسکے اور ان کے حقوق اور ذمہ داریوں کو مکمل طور پر ادا کرسکے اور ان کو ایک اچھا اور بہترین انسان بنا سکے"۔[12]

وقفہ اولاد اور مفکرین

ا. علامہ محمد اقبال

اسلام نے معاشرتی مسائل میں امت کی مصالحت کو نظر انداز نہیں کیا اس کے حل کے لیے ہر دور میں اہل علم کو چھوڑا کہ وہ حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق بہتر فیصلہ کریں،اس لیے اگر خاوند اور بیوی کو وقفہ اولاد کی حقیقی ضرورت موجود ہے اور دونوں رضامند ہیں تو میرے خیال کے مطابق اس صورت میں وقفہ اولاد کوئی قابل اعتراض بات نہیں شریعت کی رو سے یہ پتا چلتا ہے کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی سے وقفہ اولاد کا مطالبہ کرے اور وہ اس پر رضامند نہ ہو تو وہ اس کو مجبور نہیں کرسکتا لیکن دنیا میں اس قسم کے مسائل آج کل کثرت سے در پیش ہیں کہ محض اپنی تسکین کیلئے ضبط تولید اور وقفہ اولاد کے طریقوں پر عمل کیا جا رہا ہے جو کہ میرے نزدیک حرام ہے۔[13]

۲. سید ابوالاعلیٰ مودودی

ذخیرہ احادیث میں جو روایات عزل کے جواز کے متعلق موجود ہیں ان کی حقیقت میرے نزدیک یہ ہے کہ کسی سائل نے اپنے ذاتی مسئلہ کے بارے میں آپ سے پوچھا آپ نے اس کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو اس کا حل بتا دیا اس کا تعلق صرف انفرادی ضرورت سے تھا یہ کوئی عمومی حکم نہ تھا اس حکم سے آپ ﷺ کا یہ مقصد ہر گز نہ تھا کہ وقفہ اولاد کی تحریک کو عام کیا جائے اور اس کی دعوت دی جائے اور

بڑے منظم طریقے سے لوگوں کے سامنے اس کے فوائد بیان کیے جائیں اگر آپ کے دور میں یہ بات آپ کے پیش نظر ہوتی یا کوئی ایسی تحریک اٹھتی تو آپ کبھی اس کی حمایت نہ کرتے بلکہ اس کے خلاف ویسا ہی جہاد کرتے جیسا کہ آپ نے مشرکوں اور بت پرستوں سے کیا۔[14]

۳. **مفتی محمد شفیع عثمانی**

مفتی صاحب اس آیت "ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق" کے ذیل میں تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آج دنیا جن حالات میں گرفتار ہے کہ آبادی اور اولاد کی کثرت کو اپنے خوف کا سبب بنا کر وقفہ اولاد جیسے طریقوں پر عمل کر رہی ہے اس کی بنیاد صرف اور صرف ان کی جہالت ہے کہ انہوں نے رزق کا ذمہ دار اللہ تعالی کی ذات کے بجائے اپنے آپ کو سمجھ لیا یہ طریقے اگرچہ قتل اولاد کے درجے میں تو نہیں لیکن اس کے قبیح ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش بھی نہیں۔[15]

۴. **ابوالکلام آزاد**

ظاہری طور پر کوئی خاص وجہ نظر نہیں آتی کہ وقفہ اولاد کے متعلق شریعت اس معاملہ میں کوئی مداخلت کرے کیونکہ یہ معاملہ خالص ایک طبّی اور خاندانی مسئلہ ہے، اگر اہل علم یہ سمجھتے ہیں کہ معاشرہ اور سوسائٹی کی مصلحت کیلئے وقفہ اولاد کی ضرورت ہے تو پھر اس کے حق میں رائے کا اظہار کریں دراصل یہ باتیں مصالح مرسلہ میں سے ہیں جو اس زمانے کے اہل علم کی رائے پر موقوف ہوتی ہیں۔[16]

وقفہ اولاد کے اثرات

معاشرے میں وقفہ اولاد کے مثبت اور منفی دونوں طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(1) مثبت اثرات

ماہرین کے نزدیک اگر وقفہ اولاد کی پالیسی پر عمل کیا جائے تو اس کے کئی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً خوراک کی کمی کا خاتمہ ہو جاتا ہے، وباؤں اور امراض میں کمی واقع ہوتی ہے، مہنگائی کی شرح میں کمی آتی ہے اور معاشی وسائل پر دباؤ کم ہو جاتا ہے۔

(2) منفی اثرات

درحقیقت جہاں تک وقفہ اولاد کے منفی اثرات کی بات ہے تو یہ اسکے مثبت اثرات سے بہت زیادہ ہیں جن فوائد کا ماہرین دعوی کرتے ہیں۔

معاشرتی طور پر وقفہ اولاد کے نتیجہ میں کافی حد تک منفی اور مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں مثلاً خاوند اور بیوی کے رشتے پر پہلا منفی اثر یہ ہوتا ہے کہ جب وقفہ اولاد کے کسی بھی پہلو پر عمل کیا جاتا ہے تو خاوند اور بیوی کے دواعی فطرت کی تکمیل نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ اپنے درمیان اجنبیت سی محسوس کرتے ہیں جو آخر کار لڑائی اور نفرت پر جا کر ختم ہوتی ہے اور گھریلو نظام کی ساری خوشیاں ختم ہو جاتی ہیں اور اسی سبب سے معاشرہ میں طلاق کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے اور پیدائش کی شرح میں کمی واقع ہوتی ہے۔[17]

دوسرا بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ خاوند اور بیوی کا تعلق صرف جسمانی تعلق نہیں ہوتا جانوروں کی طرح بلکہ یہ ایک روحانی تعلق بھی ہوتا ہے اور اس تعلق کو مزید اعلی بنانے کیلئے ان دونوں میں محبت اور رابطے کو مضبوط کرنے کیلئے جو چیز اہم کردار ادا کرتی ہے وہ اولاد کی تربیت اور نشو نما ہے وقفہ اولاد اور ضبط اس روحانی تعلق کیلئے رکاوٹ ہے۔

وقفہ اولاد کا ایک اور بڑا نقصان یہ ہے کہ معاشرے میں بے حیائی پھیلنا شروع ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس ضبط ولادت کی تحریک سے فائدہ

اٹھانے والے غیر شادی شدہ جوڑے زیادہ ہیں۔

وقفہ اولاد کے جواز کی صورتیں

اسلامی شریعت وقفہ اولاد کو چند ضرورتوں کی بناپر جائز قرار دیتی ہے۔

- ماں کی زندگی اور صحت کو عمل تولید کی وجہ سے خطرہ لاحق ہواور اس بات کی نشاندہی کوئی بااعتماد اور تجربہ کار ڈاکٹر کرے۔[18]
- وقفہ اولاد کی اجازت اس صورت میں بھی ہے کہ انسان اپنے فہم کے مطابق یہ سمجھے کہ میں اولاد کی وجہ سے حرام اور ناجائز کاموں کا مرتکب ہو جاؤں گا۔[19]
- اگر کوئی اپنی اولا کی صحیح تربیت اور نشو نمانہ کر سکتا ہواور ان کی صحت کا خیال نہ رکھ سکتا ہو۔[20]

مذکورہ صورتوں میں وقفہ اولاد کی اجازت تو ہے لیکن اگر کوئی شخص وقفہ اولاد کیلئے نس بندی کرائے تو یہ بالکل درست نہیں اور یہ اللہ کے حکم کے خلاف ہے اس صورت میں **تغییر لخلق اللہ** (اللہ کی خلقت میں ردوبدل کرنا) لازم آتی ہے جو کہ صحیح نہیں۔

وقفہ اولاد اور علماء کا موقف

علامہ ابن حزم اندلسی

امام ابن حزم نے اگرچہ ضبط ولادت کی مخالفت کی تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے عزل کے جواز کے بارے میں شریعت کو واضح بیان کیا ان کا جو فتوی ممانعت وقفہ اولاد کے بارے میں تھا وہ دراصل اندلس کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے دیا تھا کہ وہاں مسلمانوں کی تعداد کم تھی لہذا علامہ نے اس دور میں ضبط اور وقفہ اولاد کو خود کشی کے مترادف قرار دیا۔[21]

علامہ ابن قیم

علامہ ابن قیم نے ایک تفصیلی فتوی جاری کیا جس کے آخر میں انہوں نے لکھا کہ عزل کے جواز اور رخصت کے بارے میں دس صحابہ اکرام سے احادیث منقول ہیں۔[22]

شاہ عبدالعزیز دہلوی

اسلامی تعلیمات میں عزل کا جواز موجود ہے اور اس کی اجازت ہے اس بات کی تصدیق آپ ﷺ کی مشہور احادیث سے ہوتی ہے۔[23]

علامہ ابن ہمام

علامہ ابن ہمام نے ایک سوال "کیا حمل ٹھہر جانے کے بعد اس کو گرانا جائز ہے" کے جواب میں ارشاد فرمایا جب تک حمل کے اعضاء نہ بنے ہوں اس وقت تک اس کا اسقاط جائز ہے۔[24]

فتاوی عالمگیریہ

اسلام میں بیوی کی اجازت سے عزل پر کوئی پابندی نہیں۔[25]

جامعہ ازہر کا مؤقف

وقفہ اولاد کے بارے میں مصری علماء نے چند نکات پیش کیے۔

- وقفہ اولاد کے بارے میں قرآن میں کوئی صریح نص موجود نہیں البتہ احادیث سے ظاہری طور پر اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔
- وقفہ اولاد کے لیے جدید دواؤں اور آلات کا استعمال جائز ہے لیکن اس بارے میں یہ خیال رکھا جائے کہ مرد اور عورت میں سے کوئی بانجھ نہ ہو جائے۔
- وقفہ اولاد کا قانون جبراً اور قانوناً مسلط کرنا جائز نہیں یہ صرف فریقین کی رضامندی پر موقوف ہے۔[26]

وقفہ اولاد اور معترضین

وقفہ اولاد کے طریقہ پر مختلف اطراف سے بہت سے اعتراضات کیے جاتے ہیں بلکہ ایک عام آدمی کے ذہن میں بھی اس حوالے سے بہت سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں ان میں سے کچھ اعتراضات کا جائزہ درج ذیل ہے۔

(ا) اللہ تعالی کی صفت رزاقیت اور وقفہ اولاد:

پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ وقفہ اولاد تو اللہ رب العزت کی صفت رزاقیت پر عدم اعتماد کی دلیل ہے کیونکہ اس عالم میں ہر شے کو رزق اللہ دیتے ہیں اس لیے وقفہ اولاد مستحسن نہیں۔

اس اعتراض کا جواب ہے کہ وقفہ اولاد کی بحث میں رزق کا سوال ہی نہیں آتا بلکہ وقفہ اولاد کا موضوع تو والدین اور بچے کی صحت، تعلیم، نشو نما اور پر سکون زندگی ہے اور بچے کو ایک بہتر انسان بنانے کے لیے وقفہ اولاد ضروری ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ وقفہ اولاد کی بحث میں رزق کے سوال کا کوئی تعلق ہی نہیں اور نہ ہی یہ موضوع بحث ہے اگر کوئی ایسی جگہ ہو بھی جہاں قدرت اپنے غیب کے خزانوں سے روزی دیتی ہے اور جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہوں تو وہاں بھی بچوں کے بہتر مستقبل اور ان کی صحیح تربیت کیلئے وقفہ اولاد ضروری ہے اس لیے حقیقت میں اس اعتراض کا وقفہ اولاد سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رزق کا سارا اختیار اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ انسان کو اس کی کوشش اور محنت کے بقدر رزق ملے گا اگر کوشش نہیں کرے گا تو اس کے حصے کا رزق اس کو نہیں ملے گا جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "وان لیس للانسان الا ماسعٰی[27]"

"انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے"

یہی وجہ ہے کہ اگر ہم ترقی یافتہ ممالک میں دیکھیں تو وہاں دوران زچگی ایک لاکھ میں سے پانچ خواتین کی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر ہم اپنے ملک پاکستان کو دیکھیں تو یہاں ۳۵۰ خواتین کی موت واقع ہوتی اور نومولود بچوں کی شرح اموات ترقی یافتہ ممالک میں ایک ہزار میں سے آٹھ جب کہ پاکستان میں ایک ہزار میں سے پچاس بچے فوت ہوتے ہیں دراصل یہ بات جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالی رزاق ہیں لیکن یہ رزق مشروط ہے انسان کی محنت اور پلاننگ کے ساتھ۔[28]

وقفہ اولاد اور قتل اولاد کا اعتراض

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں تو قتل اولاد سے منع کیا گیا ہے اور وقفہ اولاد درحقیقت قتل اولاد ہی ہے اس لیے وقفہ اولاد قرآن کے حکم کے خلاف ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں جو قتل اولاد سے منع کیا گیا ہے وہ درحقیقت اولاد کو زندہ درگور کرنے سے منع کیا گیا ہے زمانہ جاہلیت میں عرب لڑکیوں کی پیدائش کو معیوب سمجھتے تھے لہذا وہ انہیں زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اس وجہ سے قرآن نے انہیں منع کیا اس بات کو قرآن میں ایک اور جگہ بیان کیا گیا ہے "واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھه مسودا وھو کظیم۔یتوارٰی من القوم من سوٓء مابشر به ایمسکه علیٰ ھون ام یدسه فی التراب۔الا ساء مایحکمون۔[29]

"جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی تو اس کا رنگ سیاہ ہو جاتا اور وہ اندر ہی اندر گھٹنے لگتا" آیت کے مفہوم سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ آیت کا تعلق زمانہ جاہلیت کی ظالمانہ رسم کے خاتمے کے ساتھ ہے وقفہ اولاد سے اس کا کوئی تعلق نہیں اگر وقفہ اولاد کا اس آیت سے ذرا بھی تعلق ہوتا تو آپ ﷺ کبھی بھی عزل کی اجازت نہ دیتے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ[30]

"ہم آپ ﷺ کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے اور آپ کو یہ خبر پہنچی آپ نے ہمیں اس سے نہیں روکا"

لہذا یہ اعتراض کرنا کہ وقفہ اولاد درحقیقت قتل اولاد ہی ہے اور قرآن کے حکم کے خلاف ہے یہ بے بنیاد ہے وقفہ اولاد کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔

وقفہ اولاد اور کثرت امت کا اعتراض

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ وقفہ اولاد امت کی کثرت میں رکاوٹ کا سبب ہے وقفہ اولاد کے ذریعے امت عددی اعتبار سے کم ہو جائے گی۔

اس اعتراض اور غلط فہمی کا جواب یہ ہے کہ امت کی کثرت کا طریقہ وقفہ اولاد کا ترک کرنا نہیں بلکہ دعوت اسلام کو پھیلانے میں ہے غیر مسلموں کو اسلام کے اندر داخل کرنے کے لیے محنت اور کوشش پر ہے نہ کہ زیادہ بچے جننے پر کیونکہ دنیا میں اس وقت ۲۲ فیصد مسلمان اور ۷۸ فیصد غیر مسلم آباد ہیں اگر ہم جتنی بھی کثرت سے اولاد پیدا کریں اس سے امت مسلمہ کا توازن تو بگڑ جائے گا لیکن اس شرح تک نہیں پہنچ پائے گا اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے حالات کو بہتر بنائیں اپنے معاشرے کو مثالی بنائیں اور پوری پلاننگ کے ساتھ نہایت خوش اسلوبی سے دین کی دعوت کو عام کریں تاکہ ہم سے متاثر ہو کر غیر مسلم اسلام کے اندر داخل ہوں صرف یہی ایک طریقہ ہے امت کی قلت کو کثرت میں بدلنے کا۔[31]

وقفہ اولاد اور بے حیائی کا اعتراض

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ وقفہ اولاد سے بے حیائی کو فروغ ملتا ہے اور اس کے جدید آلات اور دواوں کے ذریعے لوگوں کے لیے بدکاری آسان ہو جاتی ہے اور حمل کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دراصل ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں ایک مثبت اور فائدہ مند پہلو اور دوسرا منفی اور نقصان دہ پہلو ایک ہی چیز کو اچھے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور اسی چیز کو برے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے مثلاً نیوکلیئر کے ذریعے بجلی پیدا کی جاتی ہے اور مختلف امراض کا علاج کیا جاتا ہے لیکن یہی نیوکلیئر کسی بھی چیز کو ایک لمحہ میں تباہ بھی کر سکتی ہے اسی طرح وقفہ اولاد کا بھی یہی حال ہے اس کے مثبت پہلو بھی ہیں اور منفی پہلو بھی ہیں اور وقفہ اولاد کے مثبت پہلو اس کے منفی پہلو کی بنسبت کہیں زیادہ ہیں، آج اگر وقفہ اولاد کے ذرائع پر پابندی لگا دی جائے تو جو ضرورت مند ہوں گے ان تک یہ چیز نہیں پہنچ سکے گی برے لوگوں تک یہی چیز نہایت آسانی سے پہنچ جایا کرے گی۔[32]

وقفہ اولاد طب جدید کی روشنی میں

طبّی حیثیت سے وقفہ اولاد جہاں مثبت اثرات ڈالتی ہے وہاں بہت سے مضر اثرات بھی ڈالتی ہے، عورتوں کے اندر بہت سے متعدی اور غیر متعدی امراض (ذیابطس، دیونگی، فرج کی بو، آتشک، پیدائشی اندھاپن، مرگی، امراض گردہ، جزام، سل دق، شدید امراض قلب، عصبی یعنی دماغی امراض وغیرہ) اگر ان میں سے ایک بھی بیماری پائی جائے تو عورت کا حاملہ ہونا اس کی موت کے مترادف ہے، ان حالات مین عورت کی صحت باقی رکھنے کے لیے ضبط تولید کی تدابیر پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے، امریکہ کے ڈاکٹر جے وائٹ رچ ولیم کی تحریرات کے مطابق درج بالا بیماریوں میں منصوبہ بندی پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔

وقفہ اولاد سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ رحم مادر کی جھلیوں کا ورم اور کینسر، یہ ادویات جگر کے بعض ٹیومرز کے پھٹنے کا بھی باعث بنتے ہیں، ایام میں باقاعدگی، پیٹ میں درد، الٹیاں اور معدہ کا السر، خون کی کمی اور سر درد اور پژمردگی، عصبی ناہمواری، بے خوابی، پریشان خیال اور چڑچڑاپن، دل و دماغ کی کمزوری، پاوں کا سن ہونا، فالج، کنڈومز کا زیادہ استعمال مردانہ کمزوری پیدا کرتا ہے اور سب سے بری بیماری بدکاری ہے۔[33]

بسا اوقات اس بات پر بھی بہت زور دیا جاتا ہے کہ وقفہ اولاد کے ہر طریقے کے کچھ ناپسندیدہ یا مضر ذیلی اثرات بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر طبّی طریقے کے کچھ ذیلی اثرات بھی ہوتے ہیں لیکن اس کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال ترک نہیں کیا جاتا۔ مثلاً ہر دوا کے ذیلی اثرات ہوتے ہیں، ہر آپریشن میں انسانی موت سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ سڑک پر سفر کرنے والا اور ہوائی جہاز کا ہر مسافر حادثے کا شکار ہو سکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ان سب چیزوں کے استعمال پر پابندی لگا دی جائے۔ یہی صورت خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں کی ہے۔ ہمیں بہتر طریقوں کی تلاش جاری رکھنی چاہیئے۔ یہی مثبت راستہ ہے۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کس خاندان کے لئے کون سا طریقہ سب سے مناسب ہوگا لیکن ذیلی اثرات کے ڈر سے ان طریقوں کو ترک کرنا کوئی دانش مندانہ فعل نہیں۔

جیسا کہ معلوم ہے وقفہ اولاد کے کچھ ذریعے عارضی اور کچھ طریقے مستقل ہوتے ہیں۔ بعض لوگ ان کے درمیان فرق کر کے عارضی طریقوں کو جائز اور مستقل طریقوں کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک موخر الذکر طریقوں کو ناجائز سمجھنے کی بنیاد موجود نہیں ہے۔ یہ طریقے عموماً اس وقت استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ جب کسی دوسری بیماری یا مسئلے کے باعث ایک خاتون مزید حمل سے بالکل ہی گریز کرنا چاہتی ہو یا وقفہ اولاد کے عارضی طریقوں کے خراب ذیلی اثرات ظاہر ہو رہے ہوں یا خاندان پوری طرح مکمل ہو چکا ہو اور ایک خاتون کے ہاں بچوں کی کافی تعداد تولد ہو چکی ہو اور اپنے وسائل کی کمی کے سبب اس کے لیے عارضی طریقوں کا خرچ یا اس کا تسلسل برقرار رکھنا بہت مشکل ہو۔ ایسی صورتوں میں مستقل طریقہ اپنانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہی زیادہ قابل ترجیح ہے۔

بعض اوقات یہ دلیل دی جاتی ہے کہ ایسا کرنا قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ غلط ہے۔ یہ صحیح دلیل نہیں ہے۔ جس طرح کوئی بھی اور آپریشن، جس کے ذریعے سے کسی معذور یا بیمار عضو کو نکالا جاتا ہے یا کسی مصنوعی عضو کو جزو بدن بنایا جاتا ہے، جائز ہے اسی طریقے سے یہ بھی جائز ہے۔ قانون فطرت یہ ہے کہ ایک عورت کے ہاں شادی کے بعد بچے ہوں۔ اب اگر ایسا ہو گیا ہے اور بچوں کی تعداد میاں بیوی کے اطمینان کے مطابق پوری ہو گئی ہے تو قانون فطرت پورا ہو گیا۔ در حقیقت فطرت کا قانون یہی ہے کہ ایک خاص عمر کے بعد خاتون کے ہاں اولاد کا سلسلہ

بند ہو جائے۔ چنانچہ میڈیکل سائنس صرف یہ کرتی ہے کہ خاتون کی صحت کی خاطر اس کام کو چند برس پہلے کر لیتی ہے۔ ہاں اس وقت یقیناً قانون فطرت کی خلاف ورزی ہو گی جب ایک خاتون کو بچے پیدا کیے بغیر ایسے آپریشن پر مجبور کر دیا جائے۔

بعض اوقات اس کے خلاف یہ عقلی دلیل دی جاتی ہے کہ اگر کسی ایسی خاتون کے تمام بچے خدانخواستہ کسی حادثے کا شکار ہو جائیں تو اس صورت میں وہ مزید بچے پیدا کرنے کے قابل نہیں ہو گی۔ یقیناً ایسی صورت پیش آسکتی ہے۔ مگر ایسی بھی بہت سی صورتیں ممکن ہیں جن میں وقفہ اولاد کے طریقوں کو اختیار کیے بغیر ہی ایسا ہو جائے مثلاً ایک خاتون کے بچے پیدا کرنے کی عمر گزر گئی ہے اور اس کے سارے بچے حادثے کا شکار ہو گئے، تب کیا کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے موہوم خطرات کو وجہ بناتے ہوئے ایک سائنسی اور علمی چیز کو نہیں جھٹلانا چاہیے۔ شاید ہمارے ملک میں پچھلے پچاس سال کے دوران میں ایسے حادثات کی تعداد لاکھوں میں سے دس بھی نہیں ہو گی جن میں کسی حادثے میں ایک جوڑے کے سارے بچے فوت ہو گئے ہوں، دونوں میاں بیوی بچ گئے ہوں اور بیوی ابھی بچے پیدا کرنے کی عمر میں ہو۔

مستقل طریقہ اختیار کرنے کا فیصلہ یقیناً سوچ سمجھ کے کرنا چاہیے لیکن جب کر لیا جائے، تب مستقبل کے متعلق پروردگار سے دعا مانگ کر، تمام حفاظتی تدابیر کو استعمال کرتے ہوئے، اس پر توکل کر لیا جائے اور موہوم اندیشوں کو اپنے دل میں کوئی جگہ نہ دی جائے۔

واضح رہے کہ اب حقیقت میں کسی بھی طریقے کو مستقل کہنا مناسب نہیں، اس لیے کہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے بند نالیوں کو دوبارہ کھولا جا سکتا ہے اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے سے ہر رکاوٹ کو ختم کر کے بچوں کی نعمت سے سرفراز ہوا جا سکتا ہے۔ چنانچہ عملی اعتبار سے اب سے یہ بحث بہت اہمیت کی حامل نہیں۔[34]

حاصل کلام

اسلام اور طب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ وقفہ اولاد کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ اگر شریعت کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ ایک رحمت ہے ان ماؤوں کے لیے جو کسی نہ کسی وجہ سے صحت کے مسائل سے دوچار ہیں، چونکہ اسلام دین فطرت ہے لہذا اس نے اس چیز کو پیش نظر رکھا ہے کہ اگر عورت کی صحت اجازت نہیں دیتی کہ وہ بچہ پیدا کرے یا زیادہ بچے پیدا کر سکے تو پھر اسے رخصت دی جاے، اگر ایسا نہ کیا جاتا تو یہ ظلم ہوتا عورت کے ساتھ۔

جہاں تک وقفہ اولاد کے ان پہلوؤں کی بات ہے جن کی اسلام مذمت کرتا ہے، تو ان میں سر دست وہ عوامل ہیں جو معاشرے کے لیے قبیح اور مذموم ہیں، جن سے معاشرے کی سلامتی اور بقا کو خطرہ لاحق ہے، جیسا کہ غیر شادی شدہ جوڑوں کا اپنے گناہوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اسے اختیار کرنا وغیرہ۔

نیز وقفہ اولاد کو اس لیے اختیار کرنا کہ "کم بچے خوش حال گھرانہ" تو یہ چیز اللہ کی ذات پہ توکل کے خلاف ہے۔ رازق اللہ کی ذات ہے، ہر آنے والا بچہ اپنے مقدر کا رزق لے کر آتا ہے، یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے، لہذا کم بچے خوشحال گھرانے کا منصوبہ ہمارے ایمان پہ زد ہے۔ اللہ رب العزت جب کسی روح کو دنیا میں بھیجتے ہیں تو اگر اسے کھانے کے لیے ایک پیٹ دیتے ہیں تو کمانے کے لیے دو ہاتھ بھی ساتھ دیتے ہیں۔

تیسرا اہم پہلو سرکاری سطح پر اسے رائج کرنا یعنی زبردستی معاشرے پر لاگو کرنا یہ صرف مغرب کی دیکھا دیکھی اور امت مسلمہ کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خائف ہو کر اس کی نسل کشی کی جا رہی ہے، جو کہ سراسر ناجائز اور ظلم ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1]۔ **خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام**، ڈاکٹر محمد اشرف، صراط مستقیم پبلشرز، لاہور۔ ص9-10۔

[2]۔ **برتھ کنٹرول**، محمد فیض احمد اویسی، مکتبہ غوثیہ کراچی، 1431ھ، ص16۔

[3]۔ **اسلام اور ضبط ولادت**، مولانا مودودی، مکتبہ فلاحی انسانیت، اردو بازار، لاہور، ص14۔

[4]۔ ایضاً، ص14۔

[5]۔ ایضاً، ص15۔

[6]۔ ایضاً، مولانا مودودی، ص19۔

[7]۔ **اندیشہ اور حقائق**، (فیملی پلاننگ ایسوسی ایشن لاہور)، ص1۔

[8]۔ **شریعت اسلامی اور خاندانی منصوبہ بندی**، رفیع اللہ شہاب، ادارہ تحقیق اسلامی راولپنڈی 1968ء، ص11۔

[9]۔ ضبط تولید، محمد علی دھلوی حکیم، **دفتر جنسی زندگی نئی دھلی**، 1931ء، ص8۔

[10]۔ اردو انسائکلوپیڈیا آف اسلام، ص447۔

[11]۔ **اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی**، شیخ جعفر پھلواری، فیملی پلاننگ ایسوسی ایشن لاہور، ص13۔

[12]۔ **اجتہادی اختلافات**، رفیع اللہ شہاب، مقبول اکیڈمی شاہراہ قائداعظم لاہور، ص108۔

[13]۔ **بہبود آبادی کا اسلامی تصور**، شہاب، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، 1992ء، ص9۔

[14]۔ القرآن، الاسراء:31۔

[15]۔ **ازدواج کا سفر**، مرام بیگ، کمیونٹی بک سنٹر، انارکلی روڈ لاہور، ص39۔

[16]۔ **ضبط ولادت کی عقلی اور شرعی حثیت**، مفتی محمد شفیع، تقی عثمانی، ص13۔

[17]۔ **ضبط ولادت**، ابوالاعلیٰ مودودی، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، 1996ء، ص4۔

[18]۔ القرآن، بنی اسرائیل:31۔

[19]۔ **معارف القرآن**، مفتی محمد شفیع، جلد5، ادارہ معارف کراچی، 1981ء، ص432۔

[20]۔ ماھنامہ الحکیم لاہور، ص129، نومبر/ضبط تولید واصلاح نسل اور مشاہیر عالم، ماہنامہ ہمدرد صحت دہلی، جولائی، 1939ء، ص188۔

[21]۔ **الإحكام في أصول الأحكام**، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى:456ھ)، الأستاذ الدكتور إحسان عباس، دار الآفاق الجديدة، بيروت، ج1، ص78۔

[22]۔ **زاد المعاد في هدي خير العباد**، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى:751ھ)، مؤسسة الرسالة، بيروت-مكتبة المنار الإسلامية، الكويت، 1413ھ/ 1992ء، ج5، ص130-133۔

[23]، **صحیح البخاري**، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، باب العزل، حديث نمبر:5207، دار طوق النجاة، 1422ھ/عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، أحمد بن عبدالرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف ب«الشاه ولي الله الدهلوي» (المتوفى:1176ھ)، دار النفائس – بيروت، ج1، ص25۔

[24]۔ **فتح القدير**، كمال الدين محمد بن عبدالواحد السيواسي المعروف بابن الهمام (المتوفى:861ھ)، مكتبة الرشد-الرياض، 1993ء، ج4، ص359۔

[25]۔ **الفتاوى الهندية**، لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، دار الفكر، 1310ھ۔ ج3، ص640۔

[26]۔**شرح صحیح مسلم**، غلام رسول سعیدی، فرید بک سٹال اردو بازار، لاہور، جلد3، ص889۔

[27]۔القرآن، النجم:35۔

[28]۔**بہبود آبادی کا اسلامی تصور**، رفیع اللہ شہاب، ص137۔

[29]۔القرآن، النحل:16۔

[30]۔**صحیح مسلم**، مسلم بن حجاج القشیری، کتاب النکاح، باب حکم العزل، حدیث:1440، داراحیاء التراث العربی۔

[31]۔**خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق دین کے افکار اور فتاویٰ**، ص1۔

[32]۔**اسلامی میراث میں خاندانی منصوبہ بندی**، پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحیم عمران، ص431-440۔

[33]۔**ضبط ولادت کی عقلی اور شرعی حیثیت**، مفتی محمد شفیع، تقی عثمانی، ص13۔

[34]۔**اسلام اور ضبط ولادت**، مولانا مودودی، ص49-53۔/ شریعت اسلامی اور خاندانی منصوبہ بندی، رفیع اللہ شہاب، ص23-25۔